تعارف اور تبصرے

کتاب کا نام	:	**جاوید نامہ (مقدمہ، حواشی، تعلیقات)**
مولف	:	**ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان**
ناشر	:	**اقبال اکادمی پاکستان لاہور**
ضخامت	:	**۷۶۲ صفحات**
قیمت	:	**۹۰۰ روپے**
اشاعت	:	**۲۰۱۸ء**
مبصر	:	**رفیع الدین ہاشمی**

ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان نامور اقبال شناس ہیں۔ وہ اقبالیات اور دیگر علمی و ادبی موضوعات پر متعدد کتابیں شائع کر چکے ہیں۔ اقبال اکادمی پاکستان کے تاحیات رکن ہیں۔ تین برس تک اکادمی کی حیثیت حاکمہ کے رکن رہے۔ بطور معلم کئی برس تک قرطبہ یونیورسٹی پشاور اور ہزارہ یونیورسٹی مانسہرہ میں خدمات انجام دیں۔ اقبالیات کے استاد بھی رہے۔

علامہ اقبال اوپن یونی ورسٹی سے پی ایچ ڈی کی ڈگری کے لیے انھوں نے ''جاوید نامہ'' پر تحقیقی کام کیا تھا۔ جسے نظر ثانی کے بعد اقبال اکادمی پاکستان نے شائع کر دیا ہے۔ ''جاوید نامہ'' اقبال کے اردو اور فارسی شعری مجموعوں میں سرِ فہرست ہے۔ علامہ اقبال اسے اپنی زندگی کا حاصل حیات (Life Work) قرار دیتے تھے۔ اس پر متعدد اہلِ قلم نے تحقیقی اور تنقیدی کام کیا ہے۔ مختلف زبانوں میں جاوید نامہ کے دسیوں ترجمے ہوئے اور شرحیں لکھی گئیں۔ مزید برآں چند ایک تشریحاتی اور تفہیماتی کتابیں بھی شائع ہوئی ہیں جن میں ڈاکٹر محمد ریاض کی کتاب جاوید نامہ: تحقیق و توضیح زیادہ اہم ہے۔

شاکر صاحب نے قدرے مختلف انداز میں زیرِ نظر شرح تیار کی ہے۔ فارسی متن دے کر حواشی و تعلیقات کے تحت متن کی

تلمیحات، اصطلاحات، شخصیات اور اماکن کی وضاحت کی گئی ہے۔ مثلاً ''عطارد'' کی تشریح پون صفحے میں، جمال الدین افغانی کا تعارف پونے چار صفحوں، سعید حلیم پاشا کا دو اور جنید بغدادی کا تعارف ایک صفحے میں کرایا گیا ہے۔ تشریح کردہ چند اور عنوانات: رجوعِ ابدی یا ارتقائے حیات۔ عہد نامہ لاہور ۱۸۴۶ء اور معاہدہ امرتسر۔ قلندری وسکندری۔ معجزہ شق القمر۔ معراج۔ روزِ الست یا روزِ میثاق۔ آں برہمن زادگان۔ یرغمید۔ نکوہش۔ حسبِ ضرورت متن پر حوالے کا نشان بنا کر شعر کے موضوع کی تشریح اس طرح کی ہے، مثلاً:

را ماہ و سال عشق نداند مے

کند راہ دورِ و نزد و ، زور و دیر

مابعد دس بارہ شعروں میں عشق کی حیثیت، نوعیت اور قوت وطاقت کا ذکر ہے۔ عشق کی یہ تشریح تقریباً ۵ صفحات میں پھیلی ہوئی ہے۔ شاکر صاحب دینی علوم کے بھی ماہر ہیں۔ عربی اور فارسی زبانوں پر عمدہ دسترس رکھتے ہیں۔ چنانچہ تشریحات وتعلیقات میں انھوں نے قرآن وحدیث اور علامہ کی فارسی شاعری کے حوالے بھی دیے ہیں۔ اسی طرح موضوع کی وضاحت کے لیے علامہ کی نثر خصوصاً ان کے خطوط سے بھی مدد لی ہے۔

بظاہر تو یہ جاوید نامہ کی مکمل شرح ہے مگر کہیں کہیں کچھ حصے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ جملہ توضیحات تحقیقی انداز میں حوالوں سے مزیّن ہیں۔ ابتدا میں مؤلف کا مفصل مقدمہ (ص ۱۷۔۴۷) جاوید نامہ کے تعارف اور اس پر مختلف اصحاب کے تبصروں کا جامع ہے۔ جاوید نامہ کی مجموعی تفہیم اور اشعار کی تشریحات سمجھنے کے لیے، زیرِ نظر کتاب کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔

کتاب کا نام	:	در برگِ گلِ لالہ (جلد اول)
مولف	:	افضل رضوی
ناشر	:	بقائی میڈیکل یونی ورسٹی، سپر ہائی وے، کراچی
اشاعت	:	دسمبر ۲۰۱۶ء
ضخامت	:	۴۲۷
قیمت	:	۶۵۰ روپے
مبصر	:	رفیع الدین ہاشمی

زیرِ نظر کتاب کے مصنف بنیادی طور پر سائنس دان ہیں اور سائنس میں نباتات ان کا موضوع ہے، وطن لاہور ہے۔ اعلیٰ تعلیم آسٹریلیا کی میکائری یونی ورسٹی اور لاہور ایڈی لینڈ یونی ورسٹی سے حاصل کی۔ چند برس دوحہ قطر میں بھی رہے۔ آج کل آسٹریلیا میں مقیم ہیں اور وہاں کے محکمہ تعلیم میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔ شعروادب سے شغف ہے۔ اردو کے نامور ادیبوں اور شاعروں

پر بیسیوں مقالات لکھے۔ اقبال پر متعدد مضامین تحریر کیے۔ اس کتاب میں انھوں نے اقبالیات کا ایک منفرد اور اچھوتا موضوع تلاش کر کے دادِ تحقیق دی ہے۔ رضوی صاحب اس کی وضاحت یوں کرتے ہیں: [اقبال]: نے شاعری کو احیائے ملت کے ابلاغ کا ذریعہ بنایا، قوم کو امید وارتقا کا پیغام دیا اور جہدِ مسلسل کی ترغیب دلائی۔ نیا آہنگ، نیا لہجہ، نئے موضوعات اور نیا فلسفہ دیا۔ تخیّل کی رفعت، نظر کی وسعت، اور فکر کی بلندی عطا کی۔ نئی اصطلاحات، نئے استعارے اور تشبیہات سے نہ صرف اردو بلکہ فارسی شاعری کے دامن کو بھی وسیع تر کر دیا، نیز انوکھی ترکیب سے جدت اور ندرت پیدا کی۔ رمزیت اور اشاریت کا پیرہن دیا، علائم ورموز کو اپنے فلسفیانہ افکار کے ابلاغ میں نئی معنویت بخشی۔ ان سب کے لیے وہ عناصر فطرت (پانی، ہوا، آگ) کو کبھی مشکل، کبھی مجسم، کبھی مرئی، کبھی غیر مرئی اور کبھی طبی خواص کے حوالے سے کام میں لاتے ہیں۔ وہ زمین اور زیر زمین جمادات (موتی، گوہر، الماس، زمرد، یاقوت، لعل اور دیگر قیمتی پتھر) کی چمک دمک، آب وتاب، رنگ وروپ، خوب صورتی، کمیابی اور مضبوطی کو کبھی استعاراتی صورت میں، کبھی علامتی انداز میں، کبھی تلمیحات کے طور پر، کبھی محاورتی طرز پر اور کبھی تراکیب کے نئے انداز میں بیان کرتے ہیں۔'' (ص۲)

یہ افضل رضوی صاحب کے تحقیقی کام کی جلد اوّل ہے، اس میں انھوں نے ۱۸ نباتات (ارغون، انگور، افیون، انار، انجیر، ببول، باغ، لالہ، گل، بید، برگ، بوستان، چمن، چنار، دانا، گندم، گھاس، گل، رعنا) پر اپنے مختصر مضامین جمع کیے ہیں۔ ہر عنوان کے تحت پہلے وہ اس کی نباتاتی یا تخلیقی نوعیت کا تعارف کرواتے ہیں۔ پھر وہ پھل یا پودا کلامِ اقبال میں جہاں جہاں آیا، متعلقہ اشعار درج کرتے اور پھر ان کی تشریح کرتے ہیں۔ اس ضمن میں انھوں نے کلام اقبال کی نثر اور بطورِ خاص ان کے خطوط سے بھی متعلقہ حوالے یا اقبال کے جملے شامل تحقیق کیے ہیں۔ ایک ایک موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے، مثلاً ''لالہ'' کا بیان ایک سو صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ''گل'' کی بحث ایک سو تین صفحے میں اور ''چمن'' کا ذکر ستر صفحوں میں ہے۔

اس کتاب کا ضمنی عنوان ہے: ''کلام اقبال میں مطالعۂ نباتات''۔ کتاب میں تقریباً ایک سو نباتات (درختوں، پودوں، پھلوں وغیرہ) اور تقریباً ۶۰ پرندوں، درندوں، جانوروں (شیر، کبک، باز، آہو، پروانہ، شتر، بلبل، گوسفند، گرگ، پلنگ، رخش، جرہ شاہین، تدرو، حربا، اژدہا، صعوہ، دلدل، طوطی، عقاب، نہنگ، مور، فاختہ، دراج، سار، تیہو، جویئنہ، کنجشک، مرغابی، کبوتر، عنقا، زلو، فیل، مکھی، مکڑا، گلہری، گائے، جگنو، کوئل، مچھلی، خفاش، قاطر، حمار، مچھر، کثردم، کلب عقور، چغز، موش، زنبور، زاغ، گرگس، چیتا، طاؤس، اُلو، بلی، چکور، تیتر، تلیر، شیرک) کا ذکر ملتا ہے، مگر یہ فقط تذکرے تک محدود نہیں ہے بلکہ اس تذکرے کے عقب میں کوئی مقصد اور معنویت ہے، جیسے 'شاہین' کا ذکر فقط ایک پرندے کے طور پر نہیں بلکہ قوتِ بلند پروازی، سخت کوشی اور فقر و درویشی کی علامت یا استعارے کے طور پر ہے۔

دراصل افضل رضوی صاحب کو بچپن سے ہی اقبال کے کلام سے لگاؤ تھا۔ بتاتے ہیں کہ نویں جماعت کا طالب علم تھا۔ چھٹی کے دن دوستوں کے ساتھ کرکٹ کھیلنے مینار پاکستان جایا کرتا۔ کھیل کے بعد علامہ کے مزار پر حاضر ہو کر ''شکوہ'' اور ''جواب شکوہ'' پڑھتا جو مجھے یاد ہو چکی تھیں۔ اسی قلبی تعلق کے نتیجے میں یہ کتاب وجود میں آئی۔ جو تبصرہ نگار کے خیال میں اقبالیات کے ایک

نادر موضوع پر ایک جامع اور عمدہ کتاب ہے۔

مصنف نے اس شاندار تحقیق کو عجز و انکسار سے پیش کیا ہے۔ لکھتے ہیں: ''میں نے اپنی زندگی میں کئی اتار چڑھاؤ دیکھے ہیں اور ان نشیب و فراز سے گزر کر، آج جس مقام پر کھڑا ہوں، اسے مالک خالقِ کائنات اور اس کے حبیب لبیبؐ کی خاص عنایت سمجھتا ہوں اور دینِ مصطفویٰ کو سمجھنے میں جتنی رہ نمائی، مجھے حکیم الامت کے کلام سے ملی، اتنی شاید کہیں اور سے میسّر نہ آئی۔''

بقائی یونیورسٹی کراچی نے کتاب طباعت و اشاعت کے اعلیٰ معیار پر شائع کی ہے۔

قیمت مناسب ہے۔

نام کتاب : ''تجھے ہم ولی سمجھتے''
ترتیب : ڈاکٹر ابرار عبدالسلام
ضخامت : ۲۱۲ صفحات
قیمت : مجلّہ۔/۴۰۰ روپے
ناشر : بیکن بکس لاہور، ملتان
مبصر : ڈاکٹر شاہ انجم، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اُردو، گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج حیدرآباد

زیرِ تبصرہ کتاب حضرت غالب کے ایک عاشق صادق، پروفیسر رشید احمد صدیقی کے عقیدت مند، اردو زبان و ادب کے شیدائی، انگریزی کے پروفیسر، لطیف الزماں خاں (متوفی ۲۱ر دسمبر ۲۰۰۳ء) پر لکھے گئے خاکوں اور یادداشتوں کے مجموعے پر مشتمل ہے۔ جسے ڈاکٹر ابرار عبدالسلام نے بڑے سلیقے سے مرتب کر کے پیش کیا ہے۔ ڈاکٹر صاحب گورنمنٹ کالج سول لائنز، ملتان کے صدر شعبۂ اردو ہیں۔ آپ کو مرحوم لطیف الزماں خاں کی شخصیت اور کاموں سے بڑا انہاک ہے۔ چنانچہ اس سلسلے میں اب تک کئی کتابیں آ چکی ہیں۔ مثلاً ''لطیف الزماں خاں کی تنقید نگاری'' اور ''ان سے بھی ملیے'' وغیرہ۔

فاضل مرتب نے موصوف کے تعارف میں فرمایا کہ: ''لطیف الزماں خاں اُردو کی وہ ادبی شخصیت ہیں، جنھوں نے غالب اور رشید احمد صدیقی کے حوالے سے اپنی منفرد شناخت قائم کی۔ ان کی انفرادیت کے دیگر حوالوں میں خاکہ نگاری، تنقید نگاری، تحقیق، تدوین، ترجمہ نگاری اور کالم نگاری بھی قابلِ ذکر ہیں۔ ان کے پانچ خطوط کے مجموعے ''انشائے لطیف'' کے نام سے شائع ہو چکے ہیں۔''

زیرِ نظر کتاب مذکورہ شخصیت کے حوالے سے بیس تحریروں پر مشتمل ہے، جس میں تین کے مصنف و مؤلف تو جناب مرتب ڈاکٹر ابرار خود ہیں۔ آپ کی تحریروں کے عنوانات یہ ہیں: (۱) خاکہ نگاری: فن اور روایت، (۲) تجھے ہم ولی سمجھتے ۰۰۰ (خاکہ)، (۳) لطیف الزماں خاں کی کہانی کچھ میری کچھ اُن کی زبانی۔

علاوہ ازیں ڈاکٹر اسلم فرخی، مہرالٰہی ندیم (علی گڑھ) سردار زیدی اور ڈاکٹر انوار احمد ایسے اہل قلم کی تحریروں نے بھی اس کتاب کو وقعت بخشی ہے۔

ڈاکٹر اسلم فرخی کا مضمون ''لطیف الزماں کی یاد میں'' اُن کی ممدوح کی زندگی کے کئی اہم گوشے سامنے لاتا ہے۔ آپ نے ۱۹۴۵ء سے اپنی یادوں کو کھنگالا ہے۔ جب موصوف آگرہ فورٹ ریلوے اسٹیشن کے ٹکٹ چیکر ہوا کرتے تھے۔ اس وقت سے لے کر تادم آپ کے دوستانہ مراسم قائم رہے۔

جناب مہرالٰہی ندیم علی گڑھ میں پروفیسر رشید احمد صدیقی کے آفس اسسٹنٹ کی حیثیت سے خدمات انجام دے چکے ہیں۔ چنانچہ رشید احمد صدیقی کی تحریریں، خطوط اور دیگر کاغذات کو آپ نے بڑی عقیدت سے سنبھال کر رکھا تھا۔ یہ آپ کا ایثار تھا کہ آپ نے لطیف الزماں خاں کی محبت کو دیکھتے ہوئے وہ تمام نوادرات جو اب تک سنبھال کر رکھے تھے ان کے حوالے کر دیے۔ ان تمام چیزوں کو لطیف الزماں نے اپنے ذاتی خرچ سے شائع کر کے تقسیم کیے اور یوں آپ نے اپنی بے پناہ عقیدت کا علمی ثبوت فراہم کرتے ہوئے اٹھارہ کتابیں شائع کیں۔

زیرِ تبصرہ کتاب میں شامل دیگر مضامین اور خاکے بھی لطیف الزماں کی زندگی اور شخصیت کے متعدد پہلو سامنے لاتے ہیں۔ ایک ایسے ہی مضمون میں اجمل صدیقی لطیف الزماں خاں کی زندگی کے اہم پہلو پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ: ''غالب ان کا پہلا اور آخری عشق ہے۔ آپ غالب کی عظمت اور اہمیت کو ہمہ وقت اور ہر جگہ ذہن میں رکھتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ غالب کو نہ پڑھا ہوتا تو انسانیت کے معنی و مفہوم ناواقف رہتا۔ رشید احمد صدیقی صاحب کی تحریروں کو نہ پڑھتا تو علی گڑھ کی اہمیت سے ناآشنا رہتا۔'' (ص ۳۹) ایک اچھے خاکہ نگار کی یہ وصف بھی ہے کہ وہ اپنے موضوع کی شخصیت کے دونوں رُخ پیش کرے۔ چنانچہ لطیف الزماں خاں کے ایک خاکے میں ڈاکٹر ابرار عبدالسلام نے بڑی عمدگی سے اپنے ممدوح کی شخصیت کے دونوں رخ دکھاتے ہیں۔ یہاں ایک اقتباس ملاحظہ کرتے چلیں:

> ''فرقۂ ملامتیہ کے اس گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو کسی کو بھی اپنے آپ سے دور کرنے، بدگمان کرنے یا ناراض کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے۔ یہ ان کی شخصیت کا صرف ایک رُخ تھا۔ غالب ہی سہی، لیکن اس کڑوی کسیلی شخصیت کے پیچھے بجھا بجھا، شکستہ اور بکھرا ہوا ایسا دل بھی موجود تھا جو ہزاروں میں ایک تھا۔ دکھاووں سے دور، ریاکاریوں سے بیزار، منافقوں سے پرے، محبت کا متلاشی، دردمند اور حوصلہ مند شخص۔'' (ص ۱۷۰۔۱۷۱)

ڈاکٹر ابرار کی یہ کتاب جہاں عمدہ تخلیقی تحریروں سے آراستہ ہے وہیں تحقیق اور تدوین کا قرینہ بھی لیے ہوئے ہے مثلاً خاکہ نگاری کی تمام جزئیات کا محاکمہ کرتے ہوئے بڑے جامعیت کے ساتھ اپنا مطالعہ پیش کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے خاکہ سے کہتے ہیں؟

خاکہ نگار کو اپنے موضوع کی شخصیت کو اُجاگر کرنے کے لیے کیا کیا کرنا چاہیے اور کن اُمور سے بچنے چاہیے سمیت تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

مجموعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ جس مقصد کے تحت یہ کتاب پیش کی گئی ہے۔ فاضل مرتب اس میں کام یاب رہے ہیں۔ جناب مرتب کی خدمت میں مبارکباد پیش کرتے ہوئے امید کرتے ہیں کہ ادبی حلقوں میں اس کتاب کی پذیرائی کی جائے گی پروف کی خامیاں البتہ پائی جاتی ہیں آئندہ ایڈیشن میں اس کی طرف توجہ کی ضرورت ہے۔

نام کتاب : ''حیدرآباد کی ادبی تنظیمیں اور فروغ ادب میں اُن کا کردار''

ترتیب : وثیق الرحمٰن صابر

ضخامت : ۱۲۳ صفحات

اشاعت : مارچ ۲۰۱۸ء

ناشر : ادراک پبلی کیشنز، ۲۱۹۰۔سی، ۷ لطیف آباد، حیدرآباد۔

مبصر : ڈاکٹر شاہ انجم

زیرِ تبصرہ کتاب دراصل پروفیسر وثیق الرحمٰن صابر کا وہ مقالۂ تحقیق ہے جو انھوں نے ۱۹۸۳ء میں ایم اے اردو سال آخر کی ایک امتحان ضرورت کے تحت مرتب کیا تھا۔ اپنے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر مقالہ حیدرآباد کے ادبی ماحول کی ایک ایسی دستاویز بن گیا ہے جو حوالے کا کام دیتا ہو۔ چنانچہ بیسویں صدی کے آغاز سے تا دم تحریر (۱۹۰۱ء تا ۱۹۸۳ء) حیدرآباد کی ادبی رفتار، اس کتاب کے توسط سے معلوم کی جا سکتی ہے۔

مقالہ نگار نے حیدرآباد کے ادبی ماحول سے متعلق تمام دست یاب لوازمے کو چار ابواب میں تقسیم کرتے ہوئے بڑے مربوط انداز سے پیش کیا ہے۔ ابواب کے عنوانات درج کیے جاتے ہیں ملاحظہ ہو: ۱۔ ابتدائیہ ۲۔ حیدرآباد کی ادبی فضا ۳۔ نمایاں ادبی تنظیمیں اور ان کی کارکردگی ۴۔ اختتامیہ۔

مقالے کا تیسرا باب کلیدی حیثیت رکھتا ہے، جس میں چھیاسٹھ ادبی تنظیموں کے بارے میں تمام دست یاب معلومات فراہم کی گئیں ہیں۔ مقالہ نگار کا انداز نگارش بھی متاثر کن ہے۔ ذیل میں بطور مشتے نمونہ از خروارے بزم فروغ ادب حیدرآباد کے تعارف سے ایک اقتباس ملاحظہ کرتے چلیں۔ جس سے زیرِ نظر مقالے کی اہمت کا بھی کچھ اندازہ ہو سکے گا۔

''۱۹۶۵ء میں بزم فروغ ادب حیدرآباد کا قیام عمل میں آیا۔ یہ بزم اب تک مسلسل کام کر رہی ہے اور اب بھی اس شہر کی ایک متحرک اور فعال ادبی تنظیم ہے۰۰۰ اس تنظیم کا سب سے بڑا کام 'تذکرۂ شعرائے اردو حیدرآباد' کی اشاعت ہے اسے حضرت انوار الحق نہال اجمیر صاحب نے سید حشمت حسین حشمت نارنولی مرحوم کے تعاون سے ترتیب دے کر ۱۹۷۰ء میں حیدری

پرنٹنگ پریس لجپت روڈ حیدرآباد شائع کیا اس میں تقریباً ۱۴۶ اشعرائے حیدرآباد کی مختصر سوانح، کے حوالے سے ان کی دل چسپی اور انتخاب کلام شامل کیا گیا ہے۔۰۰۰ مجموعی طور پر یہ تذکرہ حیدرآباد کی ادبی سطح پر ہونے والا بڑا کام ہے۔'' (ص ۶۲)

اپنے موضوع کی اہمیت کے پیشِ نظر پہلے یہ مقالہ روزنامہ ''پاسبان'' کے ادبی صفحات کی زینت بنا بعدازاں سہ ماہی ''عبارت'' حیدرآباد میں بھی اس مقالے کی تلخیص شائع ہوئی۔ مگر یہ کتابی صورت میں شائع نہ ہوسکا تاخیر کا سبب بیان کرتے ہوئے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ میری کاہلی اور تساہل کے باعث تاخیر ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ پروفیسر ڈاکٹر سیّد جاوید اقبال صاحب کی فراخ دلانہ پیش کش نے مجھے شرمسار کردیا کہ تم مقالہ مجھے دو میں مقالہ کمپوزر بھی کرالوں گا اور کسی ذریعے سے شائع بھی کرادوں گا۔ اب کیا عذر مانع تھا۔ بالآخر اس کی اشاعت کا اہتمام کریں۔''

زیرِ نظر کتاب کی مذکورہ خوبیوں کی ساتھ ساتھ اس کا ''ادبی البم'' بھی خاصے کی چیز ہے جو کتاب کے آخر میں شریک ہے۔ اگرچہ اس میں بعض تصاویر صاف نہیں دکھائی دیتی لیکن پھر بھی تاریخی ریکارڈ کا حصہ ہونے کا باعث قابل توجہ ضرور ہیں۔ کتابیات میں پچپیس کتابوں کی فہرست دینے کے علاوہ اکسٹھ علمی وادبی شخصیات کے نام درج کیے گئے ہیں جن سے مقالہ نگار نے ملاقات کرکے مقالے کے لیے معلومات اخذ کی تھیں کتاب مجلد ہے رنگین اور جاذب نظر سرورق اچھی طباعت کی حامل ہے بیک ٹائٹل پر مصنف کی تصویر مع تعارف موجود ہے۔